اخبار امت

مراکش میں خواتین کا بے مثال مظاہرہ

عبدالغفار عزیز

مراکش جسے عربی میں المملکة المغربية کہا جاتا ہے گذشتہ دو برس سے نئے سیاسی تجربات سے گزر رہا ہے۔ عالم اسلام کے انتہائی شمال مغربی کونے میں واقع اس ملک پر اصل اقتدار تو شاہی خاندان کا ہے لیکن اب وہاں کے عوام امور مملکت میں شرکت یا ان پر اثرانداز ہونے کے امکانات دیکھ رہے ہیں۔ شاہی نظام کے باوجود اب وہاں عوامی فعالیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس سال مارچ کی ۱۲ تاریخ کو تو مراکش نے عوامی تحریک کا ایسا منظر دیکھا جو اگر کسی مغربی ملک میں ہوتا یا کسی اسلام بیزار گروہ کی جانب سے تشکیل پاتا تو دنیا بھر کی ٹی وی سکرینوں‘ ریڈیائی لہروں اور اخباری دنیا میں تہلکہ مچ جاتا۔ کاسابلانکا (دارالبیضا) کے اس مظاہرے میں جو خواتین سے متعلق مغرب کے زیراثر نئے مجوزہ قوانین کے خلاف تھا‘ ۵ لاکھ سے زائد خواتین نے شرکت کی۔ عین اسی روز رباط میں ۶۰ سے زائد سرکاری و غیر سرکاری تنظیموں نے وزرا کی سرکردگی میں ان قوانین کے حق میں مظاہرہ کیا جس میں زیادہ سے زیادہ ۲۰ ہزار افراد شریک ہوئے۔ برطانیہ کے ہفت روزہ اکانومسٹ کے مطابق یہ دوسرا منتشر جلوس ۴۰ ہزار ننگے سر ادھیڑ عمر حامیوں کا تھا‘ جب کہ پہلے میں ۵ لاکھ نوجوان باحجاب خواتین منظم قطاروں میں مکے بلند کر کے "جنت کو سلام" (saluting the heavens) کر رہی تھیں۔ ایسے ملک میں جہاں انتخابات میں دھاندلی ہوتی ہو‘ سب سے بڑی اسلامی پارٹی خلاف قانون ہو‘ اس طرح کے مظاہرے ہی حمایت ناپنے کا پیمانہ ہیں۔ اکانومسٹ کے مطابق "اسلام پسند ایک کے مقابلے میں دس سے بھی زیادہ سے جیت گئے۔ اگر منصفانہ اور آزادانہ انتخابات کل منعقد ہوں‘ تو اسلام پسند انھیں جیت سکتے ہیں" (۱۸ مارچ ۲۰۰۰ء)۔

اگر یہ منصوبہ پارلیمنٹ سے منظور ہو گیا تو ۶۰۰ کے ایوان میں ایک تہائی نشستیں خواتین کے لیے مخصوص ہوں گی (اس وقت صرف ۴ خواتین ممبر ہیں)‘ خواتین کو وراثت میں مساوی حقوق ملیں گے‘ تعدد ازدواج پر پابندی ہو گی‘ شادیوں کے لیے کم سے کم عمر ۱۴ سے بڑھا کر ۱۸ سال کر دی جائے گی وغیرہ وغیرہ۔

اسلامی رہنما ان کو قرآن کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ یہ اقدامات ان کے بقول شیطانی اور یہودی مغرب کو خوش کرنے کے لیے کیے جا رہے ہیں۔ اکانومسٹ نے ایک باحجاب خاتون کو قرآن اٹھائے دکھایا ہے اور اس پر عنوان لگایا ہے: عورت بمقابلہ عورت (women versus women)۔ ہفت روزہ ٹائم (۲۷ مارچ ۲۰۰۰ء) نے وی کا نشان بنانے والی مظاہرے کی شریک خواتین کی تصویر پر عنوان لگایا ہے: نہیں، شکریہ! (no! thanks)۔

اسلام سے محبت رکھنے والی خواتین کے مظاہرے کے شرکا کی تعداد انتہائی غیر معمولی اور سب تجزیہ نگاروں کے لیے حیران کن تھی۔ ۵ لاکھ کی تعداد عالم عرب کے سب سے بڑے روزنامے الشرق الاوسط اور برطانیہ کے وقیع ہفت روزہ اکانومسٹ نے بیان کی جو بہرحال اسلامی تحریک کے حامی نہیں ہیں۔ منتظمین کے اندازے کے مطابق تو یہ تعداد ۱۰ لاکھ تھی۔ اس مظاہرے کی دعوت مراکش کی دو بڑی اسلامی تحریکوں "تحریک توحید و اصلاح" اور "تحریک عدل و احسان" نے دی تھی۔ تحریک توحید و اصلاح تقریباً ڈیڑھ برس پہلے دو اسلامی تحریکوں: تحریک توحید اور تحریک اصلاح و تجدید (حاتم) کے باہم انضمام سے وجود میں آئی تھی اور اب سیاسی میدان میں اہم ترین اسلامی پارٹی ہے۔ اس کے ارکان اسمبلی کی تعداد ۱۰ ہے۔ تحریک عدل و احسان پر گذشتہ ۱۰ برس سے پابندی عائد ہے۔ اس کے سربراہ شیخ عبدالسلام یٰسین کو شاہ حسن نے پاگل خانے بھیج دیا تھا۔ وہ اب تک اپنے گھر میں نظربند ہیں۔ ۱۰ برس کی مسلسل نظربندی اور پارٹی پر پابندی کے باوجود اس قدر توانائی و فعالیت کا مظاہرہ خود پارٹی کے لیے مزید توانائی کا اور حکمرانوں کے لیے اچنبھے کا باعث تھا۔ مظاہرے کی قیادت تحریکوں کے حلقہ ہائے خواتین کی ذمہ داران کے علاوہ مرد قائدین بھی کر رہے تھے اور لاکھوں کے اس 'مظاہرے میں جہاں حجاب کے باوقار اجتماعی منظر نے عالمی میڈیا کے نمایندوں اور حکمرانوں کو ششدر کیا وہیں مظاہرے کے مکمل طور پر منظم، پرسکون اور جذبۂ ایمانی سے سرشار ہونے نے سب کو اعتراف نظم و ضبط پر مجبور کیا۔

الشرق الاوسط نے دونوں مظاہروں کو یکساں اہمیت دیتے ہوئے اپنے صفحہ تین پر یوں سرخی لگائی: "رباط اور کاسابلانکا میں مراکشی حکومت کے خواتین پروگرام کے حق میں اور خلاف لاکھوں کا مظاہرہ"۔ رباط میں لبرل اور بائیں بازو کی خواتین کے مظاہرے کی تفصیل دینے کے بعد اخبار لکھتا ہے: "کاسابلانکا میں بنیاد پرستوں کا مظاہرہ صبح ساڑھے دس بجے شروع ہوا۔ شہر کی سب سے بڑی شاہراہ شارع محمد السادس پر تقریباً ساڑھے چار کلومیٹر کی مسافت طے کرتے ہوئے مظاہرین نے سیکڑوں بینر اٹھائے ہوئے تھے اور وہ حکومتی منصوبے کے خلاف نعرے لگا رہے تھے۔ شہر کی اس بڑی سڑک پر جس کی چوڑائی ۶۰ میٹر سے زائد ہے، مظاہرین دو حصوں میں تقسیم تھے۔ ایک طرف باحجاب خواتین چل رہی تھیں اور دوسری طرف مرد تھے جن

کی قیادت اسلامی تحریکوں کے رہنما کر رہے تھے۔ اگرچہ اسلامی تحریکوں کو اس مظاہرے کی اجازت صرف ایک ہفتہ پہلے ملی تھی لیکن اس حدیث کو اپنے مظاہرے کا ماٹو بناتے ہوئے کہ "النساء شقائق الرجال: عورتیں اور مرد ایک دوسرے کی مثل ہیں" انھوں نے بے حد نظم و ضبط' حسن تنظیم اور وقار کا مظاہرہ کیا۔ مظاہرین سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مربوط تھے۔ وہ نعرے لگا رہے تھے: "وجدہ سے عیون تک پورا مراکش حکومتی منصوبے کے خلاف ہے"۔ "خواتین تو یہ رہیں' ترقی کہاں ہے؟" (واضح رہے کہ مغربی تہذیب کے پرتو حکومتی منصوبے کا نام "ترقی کے سفر میں خواتین کی شمولیت" رکھا گیا ہے)۔ مظاہرین کا تیسرا اہم نعرہ تھا: "اسلامی مملکت میں مغربی منصوبے نہیں چلیں گے"۔

اتنا غیر معمولی مظاہرہ ہمارے ملکی ذرائع ابلاغ میں اہم تو کیا' غیر اہم جگہ بھی نہ پا سکا۔ مراکش اور پاکستان کی آبادی کا تناسب دیکھا جائے تو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ جیسے یہاں ۲۰ لاکھ خواتین اور مردوں کا مظاہرہ کیا جائے اور یہ تعداد ہم نہیں' عالمی میڈیا اور مخالف بتائیں۔ صرف ایک ہفتے کے نوٹس پر یہ مظاہرہ منظم کرنے میں کتنی تنظیمی قوت لگی ہوگی اور کاسابلانکا کے اطراف میں کیا سرگرمی رہی ہوگی' ہر ہر گھر میں کیا کیفیت ہوگی' ہم یقیناً چشم تصور سے دیکھ سکتے ہیں۔ اکانومسٹ نے لکھا ہے کہ "عدل و احسان" کی نادیہ یاسین حزب اختلاف کی سب سے نمایاں خاتون رہنما ہیں اگر ۳۳ فی صد کوٹہ مختص ہوا تو یہی پارٹی اسے پر کرنے کی استعداد رکھتی ہے۔ اس کے باوجود' خواتین کا یہ مظاہرہ' ان کے ایمان کی حقانیت کا ثبوت ہے۔

دو برس پہلے یعنی ۱۴ مارچ ۱۹۹۸ء کو شاہ حسن ثانی نے اس وقت کی اپوزیشن پارٹیوں کو حکومت سازی کی دعوت دی اور ۳۸ برس سے ملک بدر اپوزیشن لیڈر عبدالرحمٰن یوسفی کو وزیراعظم مقرر کر دیا۔ انھوں نے سات اپوزیشن پارٹیوں سے ۳۳ وزیر لیے' سات وزیر خود شاہ حسن ثانی نے مقرر کیے جن میں داخلہ' خارجہ' انصاف اور مذہبی امور کے وزیر شامل تھے۔ ۴۰ وزرا پر مشتمل کابینہ نے دو برس میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ اب ملک میں حقوق انسانی کی کوئی خلاف ورزی نہیں ہوگی' اقتصادی بحالی کا سفر شروع ہو گا بلکہ تیز تر ہو گا اور قومی یک جہتی کو فروغ ملے گا۔ یوسفی کی حکومت کو کسی قابل ذکر اپوزیشن کا بھی سامنا نہیں تھا۔ خود اسلامی تحریک اصلاح و تجدید نے حکومت میں شامل ہوئے بغیر ملکی ترقی کے لیے ساتھ دینے کا اعلان کیا تھا' لیکن دو برس میں مراکش کوئی تعمیری انقلاب نہیں دیکھ سکا۔ باہم متضاد نقطہ ہاے نگاہ رکھنے والے وزرا مختلف سمتوں میں کھینچاتانی میں مصروف دکھائی دیے۔ خود طویل عرصے اپوزیشن میں رہنے کے باوجود یوسفی نے شیخ عبدالسلام یٰسین کی نظربندی اور ان کی ممنوعہ پارٹی تحریک عدل و احسان پر ہونے والے مظالم کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔

دوسری طرف مراکش کے معاشی حالات اچھے نہیں، خشک سالی کا دوسرا برس ہے۔ دیہی علاقوں سے شہر کے اردگرد کی غریب بستیوں کی طرف نقل مکانی جاری ہے۔ بے روزگاری کی وجہ سے اسپین جانے کی کوشش کرنے والے پکڑے بھی جاتے ہیں، سمندر میں ڈوب بھی جاتے ہیں۔ مغرب کے تجزیہ نگار معاشی بدحالی اور گڈ گورننس نہ ہونے کو سیاسی اسلام کی مقبولیت کا سبب قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کے گماشتے ۳۰، ۴۰، ۴۰ سال بلا شرکت غیرے حکمرانی کے باوجود جہالت، غربت، ظلم، طبقاتی تفریق اور مغرب کی تہذیبی غلامی سے زیادہ کچھ نہیں دے سکے ہیں۔ یہ مراکش ہی نہیں، ہر اسلامی ملک کی کہانی ہے۔ مسلمان اپنی امنگوں اور آرزوؤں کے مطابق اپنے معاشرے کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں تو یہ مغربی آقا، جمہوریت جن کا ورد زبان ہے، جمہوریت قتل کروانے اور ملک کو خاک و خون میں نہلانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

اس کے باوجود اسلامی احیا کی جدوجہد جاری ہے، آج مراکش میں مساجد کا جال پھیلتا جا رہا ہے۔ انٹرنیٹ پر اسلام کے حوالے سے سوالات کے جوابات دیے جا رہے ہیں۔ عادل حکومت کی شرائط سے لے کر عوامی حمام میں خواتین کے غسل تک کے بارے میں کتابچے شائع کیے جا رہے ہیں۔ لیکن، اکانومسٹ لکھتا ہے کہ "۸۰ کے عشرے کے آخر میں الجزائر میں بڑھتی ہوئی آزادی سے فائدہ اٹھا کر اسلام پسندوں نے، خواتین کے حقوق کے خلاف لوگوں کو بلا کر، اسٹریٹس (streets) فتح کر لیں۔ الجزائری پریس پڑوسی مراکش کو آخرکار اسلامی احیا کا ہدف بنتے دیکھ کر لطف لے رہا ہے۔ الجزائری اخبار الوطن نے سرخی جمائی: "پرسکون، سیاحوں کے لیے دوستانہ ماحول رکھنے والے ملک کا تاثر طاقت کے ایک ہی مظاہرے سے ختم ہو گیا!"۔ اکانومسٹ مزید لکھتا ہے کہ "الجزائر اور ترکی نے جو سبق دیے ہیں، ان کے پیش نظر، بادشاہ اپنی فوج کے ساتھ زیادہ وقت گزار رہا ہے"۔

نوجوان بادشاہ نے جو جمہوری آزادی دی ہے، اس کا ایک اظہار اس طرح ہوا کہ مظاہرے کے دن شام کو ٹی وی خبروں میں اسلام پسندوں کے مظاہرے کو سرکاری جلوس کے برابر کوریج دی گئی۔ لیکن ماضی قریب کی تاریخ کا سبق یہ ہے کہ اگر مسلمان جمہوری آزادی کو اپنے دین کے غلبے کی جدوجہد کے لیے استعمال کرتے ہیں، تو ان سے محروم ہی کر دیے جاتے ہیں۔ اگر مسلم حکمران عوام کی مرضی کے مطابق حکومت کریں، تو قوم کی صلاحیتیں باہمی کش مکش کے بجائے تعمیری سرگرمیوں میں صرف ہوں۔ لیکن بدنصیبی یہ ہے کہ ان کے نزدیک وہی نظام جمہوریت ہے، جو مغرب کی مرضی کو پورا کرے خواہ عوام کی لاشوں سے گزرے--- وہ قومی ایجنڈے کے عنوان سے مغرب کے ایجنڈے کی تکمیل میں لگ جاتے ہیں، خواہ مغرب انھیں دھتکارتا ہی رہے۔

مراکش میں، یوسفی حکومت نے اب جو سب سے اہم اقدام اٹھایا ہے وہ "ترقی کے سفر میں خواتین کی

شمولیت" کے نام سے بنایا جانے والا پروگرام ہے جس میں مساوات مرد و زن کے فرسودہ نعرے کو بنیاد بناتے ہوئے خواتین کو اسلامی تعلیمات سے دور لے جانے کا منصوبہ بنایا جا رہا ہے۔ مراکش کی لاکھوں مومن خواتین نے اس منصوبے کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کر کے یوسفی کے لیے اس منصوبے پر عمل کرنا مشکل بنا دیا ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ شاہ حسن کی وفات کے بعد تخت حکومت سنبھالنے والا نوجوان شاہ محمد السادس جسے ایم-۶ بھی کہا جاتا ہے، کیا راہ عمل اختیار کرتا ہے۔

اس ضمن میں اہم ترین سوال یہ ہے کہ کیا مراکش میں خواتین کے حوالے سے اعلان کیا جانے والا منصوبہ صرف یوسفی حکومت کی اختراع ہے؟ کیا اسلام آباد میں "شرکت گاہ" کے نام سے خواتین کی غیر سرکاری تنظیم کی خلاف اسلام بلکہ معاند اسلام سفارشات اور یوسفی حکومت کی سفارشات میں یکسانیت محض اتفاقی ہے؟ کیا اوائل جون میں امریکی شہر نیویارک میں اقوام متحدہ کے زیر اہتمام عالمی خواتین کانفرنس کا ایجنڈا ان سفارشات سے مختلف ہے؟ ان تینوں سوالات کا جواب نفی میں ہے۔ قاہرہ اور بیجنگ میں خواتین کانفرنسوں سے شروع ہونے والا عالمی ایجنڈا ایک ہی سلسلے کی مختلف کڑیاں اور خواتین اور بچوں (لڑکوں اور لڑکیوں) کے لیے یکساں تباہ کن مضمرات رکھتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جیت کس کی ہوتی ہے، اور امت مسلمہ اپنا کردار کیونکر ادا کرتی ہے؟

کوئٹہ میں تحریکی رسائل کا مرکز

مکتبہ تحریک محنت پاکستان

ترجمان القرآن، جہاد کشمیر، فرائیڈے اسپیشل،

خواتین میگزین، ایشیا ---اور دوسرے رسائل کے لیے رابطہ کیجیے۔

ولی خان شاکر

مکتبہ تحریک محنت پاکستان

المدینہ مارکیٹ، فاطمہ جناح روڈ، کوئٹہ